گلدستۂ مشاعرہ سالانہ

زید پور

ضلع بارہ بنکی

سنہ ۱۹۳۱ء

مطبوعہ نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

گلدستہ مشاعرہ سالانہ

زید

ضلع بارہ بنکی

سنہ ۱۹۳۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیدپور کا سالانہ مشاعرہ مثل سال گزشتہ بانی مشاعرہ کے امام باڑہ مین بصدارت جناب سید آغا حسن صاحب بیرسٹر ایٹ لا رئیس زیدپور حسب اعلان بتاریخ ۲۶ ماہ دسمبر ۱۹۳۱ء بوقت ۹ بجے شب، نہایت لطف سے شروع ہوکر قریب ۱ بجے کے بہت کامیابی کیساتھ ختم ہوا یہ مشاعرہ سال گزشتہ کے مشاعرہ سے بھی زیادہ کامیاب رہا، بانی مشاعرہ حضرات شعراء و سامعین دونون کا بیحد ممنون ہے جنھون نے ذوق و شوق سے مشاعرہ کو زینت دی اور مشاعرہ کو کامیاب بنانے مین اشتراک عمل کرکے میری ہمت افزائی فرمائی جس کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا میرا فرض اولین ہے۔

مشاعرہ کے لیے دو طرحین تجویز ہوئی تھین جو درج ذیل ہین جناب صدر نے مشاعرہ کے دو دور حسب معمول قرار دیے تھے دور اول طرح اول پر اور دور ثانی طرح ثانی پر ہوا غرضیکہ دونون طرحون مین نہایت کامیاب رہین ہر دو طرحون پر حضرات شعراء سے طبع آزمائی کی استدعا کی گئی تھی جو مقبول ہوئی

طرح {
(۱) کچھ اس ادا سے وہ محفل مین بے نقاب رہا
(۲) نگہ اُس شوخ کی بجلی ہے یا ہے نوک نشتر کی

حضرات شعراء نے طبع آزمائی و سامعین نے داد سخن مین کوئی کسر نہین اٹھا رکھی مقامی شعراء مین جناب جنون صاحب کسی خاص وجہ سے و جناب ناشاد صاحب بوجہ باہر چلے جانے کے مثل سال گزشتہ شرکت نہ کرسکے جسکا افسوس ہے جناب جنون صاحب کی غزل دوسرے روز پہونچی جو شکریہ کے ساتھ درج گلدستہ کیجاتی ہے اور حضرات شعراء و سامعین سے استدعا ہے آئندہ مشاعرہ کو کامیاب بنانے مین میری اعانت فرمائینگے۔

ناچیز طالب

دوراوّل

غزل غیر طرح

طالب حکیم سید علی محمد رفیق چیئرمین ٹاؤن ایریا زید پور بانی مشاعرہ

خوشبو جو تری زلف معنبر سے اڑی ہے
آسائش و راحت دل مضطر سے اڑی ہے

دیتی ہے خبر صبح شب بیمار کو ہوگی
رونق کہ سر شام ہی بستر سے اڑی ہے

میخوار کے بھی صبر کا پیمانہ ہے لبریز
خوشبو جو چھلکتے ہوئے ساغر سے اڑی ہے

مصروف وہاں خواب میں ہے ناز سے کوئی
اور نیند یہاں ہجر مقدر سے اڑی ہے

رہ رہ کے نشیمن کی کشش کھینچ رہی ہے
اور طاقت پرواز یہاں پر سے اڑی ہے

کیا دل جلوں کا خون دم ذبح نکلتا
کچھ بھاپ سی قاتل ترے خنجر سے اڑی ہے

کہدے کوئی اُنسے نہ مری موت پہ ڈیں
جھوٹی یہ خبر دشمنوں کے گھر سے اڑی ہے

ہے شمع بھی افسردہ مری قبر پہ طالب
اور بوئے وفا پھولوں کی چادر سے اڑی ہے

احمد۔ سیّد احمد حسین صاحب ابن جناب سیّد محمد شاہ صاحب وکیل زیدپوری

تباہیون سے مری دہر بھی خراب رہا
مجھے مٹا کے زمانہ مین انقلاب رہا

نہ ہے نصیب کہ دن نکلے آئی شام وصال
تمام شب کے پہلو مین آفتاب رہا

دل ضعیف پہ کمزوریون کا تھا الزام
مگر یہ حسن پرستی مین انتخاب رہا

ہزار دن اٹھینگے فتنہ قیامت آئیگی
اگر یہ جوش پہ اٹھتا ہوا شباب رہا

قریب منزل عمر اور بعید وعدۂ وصل
خیال گیسوے جانان خیال خواب رہا

غدیر خم مری توبہ کے ٹوٹنے کی جگہ
جہان یہ وعظ و ناصح کو پیچ و تاب رہا

مریض ہجر کی احمد ترانہ سنجی کیا
خدا کا شکر جو اتنا بھی کامیاب رہا

اکمل جناب مولوی سید متوسط حسین صاحب زیدپوری

نقاب مین بھی رخ دوست بے نقاب رہا
کب آفتاب نہ بدلی میں آفتاب رہا

کسیکے واسطے حسن اوسطرف نقاب رہا
کسیکے واسطے عشق اسطرف حجاب رہا

خمار مین وہی کیفت شراب ناب رہا
مزا ہے شیب مین بھی نشۂ شباب رہا

دیار حسن سے قاصد نہین پھرا نہ سہی
یہ کم ہے کچھ کہ خط عشق لاجواب رہا

جہان جہان پہ نبین قدم بادہ خوار کبھی
وہان وہان پہ گہر بار رات دن سحاب رہا

خرام ناز کا مشتاق اور کروٹ لے
ہزار فتنے اٹھے پر وہ محو خواب رہا

ہمیشہ منزل مقصود تک وہی پہونچا
جو عشق دوست مین سرگشتہ و خراب رہا

اگر یہ پوچھین زلیخا سے پوچھ سکتے ہین
پلٹ کے آیا جو باقی بھی وہ شباب رہا

ہلال بدر بنا، بدر سے ہلال بنا
جو آفتاب تھا ہر وقت آفتاب رہا

نظیر اسکا پھر اہل وفا مین کیون ڈھونڈھین
جو فرد فرد مین ہنگام انتخاب رہا

خدا کیواسطے کچھ ذکر رحمت اے واعظ
بیان عذاب کا سب کے لیے عذاب رہا

نہ میکدے کے وہ قابل نہ جام کے لائق
جسے محبت ساقی سے اجتناب رہا

یقین عاشق صادق نہ کچھ بڑھا نہ گھٹا
حجاب کوئی کب اسکے لیے حجاب رہا

نہ جوش حسن ہوا کم، نہ زور عشق گھٹا
ہمیشہ زور پہ ان دونو کا شباب رہا

یہ نکتہ سنجون کی ہے نکتہ سنجی اے اکمل
مشاعرہ مین جو اک ایک کامیاب رہا

جنون جناب سید محمد سجاد صاحب ابن جناب سید مصدق حسین صاحب مرحوم زیدپوری

وہ دور مجھ سے رہے اونسے دور خواب رہا
شریک حال مرے دلکا اضطراب رہا

کل اونکے ہاتھ مین پیمانۂ شراب رہا
عروج حسن کی منزل پہ آفتاب رہا

نہ ایک شب بھی رہا آکے بیوفا سے گھر
اگر رہا بھی تو آیا ہوا عتاب رہا

ہوائین ڈھونڈھتی تھین تو کہان تھا اے ساقی
ترے فراق مین نالان بہت سحاب رہا

چمن مین غنچۂ گل پیرہن رہا جب تک
مرا بھی رشتۂ جان شامل طناب رہا

ہمدم کا نشانکے نمائندہ تیری ہستی مین
یہ جان نثار ترا صورت حباب رہا

ریاض حسن مین رو قد و سنبل گیسو یار
یہی تو خط ہے جو عالم مین لاجواب رہا

ستائے آسو دینے شکوہ تا سحر تونے
مری نظر سے جو غائب وہ آفتاب رہا

جب آئے وہ مرے گھر تک تو اٹھیا پاون پھر
قدم قدم پہ سر افراز انقلاب رہا

چھپایا منہ گل تر نے حیا کے دامن مین
وہ لالہ رخ جو گلستان مین بے نقاب رہا

خطا یہ اے دل ناظم تیری ہے
جو رنگ حسرتون کی بزم کا خراب رہا

بہائے شمع نے آنسو جو بیکسی پہ مری
لحد کا طاق بھی اک دیدۂ پرآب رہا

وہ کرتے گم تھا اگر حشر مین یہ راز کھلا
کہ دفن کوچہ مین اونکے مرا شباب رہا

وہ کیا تھا فتنے ہوئے کا عشق سمجھے مین
میان عاشق و معشوق یہ حجاب رہا

جنون فیض تشیع سے خلق طالب کا
مشاعرہ جو ہر طور کامیاب رہا

حیدر جناب حکیم حیدر نواب صاحب ابن جناب حکیم
اوستادی المعظم حکیم سید محمد نواب صاحب اعلی اللہ مقامہ لکھنوی

فضائے دہر میں برپا اک انقلاب رہا
غضب کیا سر محفل وہ بے نقاب رہا

میں جان و دل سے فدا اس تسلی دینے کے
نہ درد دل رہا باقی نہ اضطراب رہا

کسی کو کیا میں کہوں جبکہ خود ہی بچ نہ سکا
شباب تک مرے دل پر عجب عذاب رہا

طلوع مہر قیامت کا شک رہا سب کو
جس انجمن میں کہ وہ رشک آفتاب رہا

کمان میں جوڑ کے ناوک تم آئے تھے نکو
تمام رات مرے دل کو اضطراب رہا

جہان میں آپ بھی رکھتے ہیں چہرہ روشن
غلط ہے یہ کہ یہاں ایک آفتاب رہا

نتیجہ مل گیا سودائے زلف پرفن کا
تمام عمر مرے دل کو پیچ و تاب رہا

اسی لیے تو کہا تھا نہ ہم کو قتل کرو
ہمارے بعد زمانہ میں انقلاب رہا

تمام عمر میں رویا تمہاری فرقت میں
گلے گلے مرے دن رات گھر میں آب رہا

مرے سے چشم تصور کی ہوگیا دیدار
اگرچہ اک مہ کامل تہ نقاب رہا

ہر ایک بات کو ٹالا سکوت سے اس نے
مرے سوال کا حیدر یہی جواب رہا

رضا جناب سید ہاشم رضا صاحب

ابن جناب سید آغا علی صاحب رئیس زیدپور

خدا گواہ کہ جبتک وہ بے نقاب رہا
عجیب طرح کا محفل مین انقلاب رہا

رہا نہ ہوش ہی جسوقت تک شباب رہا
خراب عشق دل خانمان خراب رہا

وہ ماہ صبح کو جبتک کہ محو خواب رہا
چھپائے شرم سے منہ اپنا آفتاب رہا

چڑھا جو اسکی نظر پر وہ انتخاب رہا
اُتر گیا جو نظر سے وہی خراب رہا

تمام رات یہان انتظار مین گذری
وہ شوخ چین سے بستر پہ محو خواب رہا

نہین حیات بشر کو قیام آنا بھی
کہ جسقدر سر آب روان حباب رہا

کیا تھا عشق نے مہمان جسے شب معراج
تمام خلق مین وہ حسن لاجواب رہا

رقیب جمع تھے گو بزم مین مگر صد شکر
کہ انجمن مین مجھی سے فقط خطاب رہا

جدا وہ تھے ولیکن تھا کوئی ربط دلسے مرے
مین مضطرب تھا تو کیون انکو اضطراب رہا

تباہ ہو نہ سکے کوئی دل محال ہے یہ
اگر تمہارا یہی عالم شباب رہا

رضا تری نگہ انتخاب تھی جس پہ
وہی حسین حسینون مین انتخاب رہا

شاد جناب سید محمد شاد صاحب

بی۔اے، ایل ایل بی وکیل زیدپوری

عجیب عمر دو روزہ کا بھی حساب رہا
کبھی شباب کبھی ماتم شباب رہا

رکا ہوا سا زمانہ کا انقلاب رہا
کسی کے ہاتھ پہ گردش میں آفتاب رہا

تھلکے حسن سے کیا حسن یوسفی کو لگاؤ
وہاں تو حسن باندازۂ شباب رہا

رہی نہ رونق کاشانۂ الم باقی
سکون دل سے مجھے اور اضطراب رہا

سنایا نزع کا قصہ تو ان کو نیند آئی
مرے فسانہ کا ٹکڑا یہ لاجواب رہا

کھڑے رہے سر بالیں وہ زلف بکھرائے
میں محو خواب رہا سر پہ آفتاب رہا

گلے لگا لیا موسیٰ کو برق نے ہنس کر
یہ بات کرنے کا انداز لاجواب رہا

نظر نہ آیا مسافر کو خواب منزل کا
سواد کوچۂ گیسو میں دل خراب رہا

عنبر۔ جناب منشی امیر شاہ صاحب

تمہارا حسن جو عالم میں لاجواب رہا ۔ ہمارا عشق و محبت میں انتخاب رہا

خیال تیرا غم ہجر میں ثواب رہا ۔ تڑپ تڑپ کے رہا دل یہی عذاب رہا

اٹھی نقاب نہ رخ سے کیا حجاب رہا ۔ ہلال عید شب وصل ماہتاب رہا

جو شب کو بزم میں وہ ماہ بے نقاب رہا ۔ تو کیا ہی شمع منور کو پیچ و تاب رہا

ادھر کی خاک کی پوری ادھر شگر نے ۔ ہمارے اور رقیبوں میں کیا حساب رہا

اسی سبب سے لگا اسکے حسن میں دھبا ۔ کسی کے عشق میں دلسوز ماہتاب رہا

ہزاروں مٹ گئے لاکھوں کے تن میں جان آئی ۔ نگاہ ناز کا انکی عجب حساب رہا

کسی طرح سے نہ سلجھا. نہ اسنے سلجھایا ۔ جو عشق زلف میں اس دلکو پیچ و تاب رہا

ادھر تھے آنکھوں سے آنسو ادھر تھی لب پہ ہنسی ۔ یہ ابر بار رہا، گر وہ برق تاب رہا

ہوا جو جلوہ فگن شعلہ رو تو نظروں میں ۔ نہ آفتاب رہا اور نہ ماہتاب رہا

شراب پیتے جو دیکھا انہیں رقیب کے ساتھ ۔ تو سوز غم سے یہ دل صورت کباب رہا

بلائیں لیتا رہا میں چکور کی صورت ۔ جو شب کو ماہ لقا محو ناز خواب رہا

کبھی خوشی سے اٹھا گر تو غم سے بیٹھ گیا ۔ جہان کے بحر میں دل صورت حباب رہا

وصال سے ہے فضیلت غم جدائی کو ۔ مرے سوال کا ہر دم یہی جواب رہا

ہوئیں کسی سے نہ چار آنکھیں اسکی اے عنبر
کچھ اس ادا سے وہ محفل میں بے نقاب رہا

عابد جناب سید محمد عابد صاحب رئیس زید پوری

نہ بچپنا رہا باقی نہ وہ شباب رہا
تباہ کرکے دل خانمان خراب رہا

کچھ اس ادا سے وہ محفل میں بے نقاب رہا
کہ سب حسینوں میں عالم کے انتخاب رہا

جو آئینہ میں نظر آیا اپنا حسن و جمال
تو بول اوٹھے یہ حسینوں میں لاجواب رہا

عبث غرور حسینونکو ہے زمانہ میں
ہے چند روزہ کسیکا نہیں شباب رہا

کچھ اسطرح شب معراج میں ملے دونوں
کہ درمیان میں باقی فقط حجاب رہا

تری نگاہ کے صدقے تری ادا کے نثار
جسے پسند کیا تو نے لاجواب رہا

کبھی تو جلوہ سر عرش اور کبھی سر طور
پھر اس پہ دعویٰ ہے بات اُن کا حجاب رہا

نہ ہے ملے گل و بلبل نہ زمزمہ خوانی
مٹا کے گلشن عالم کو انقلاب رہا

نہ کس طرح سے منور ہو قبر عابد کی
کہ ضو فگن سر بالین اک آفتاب رہا

عباسؔ جناب حکیم سید علی عباس صاحب زیدپوری

امیدِ وصل میں کس وقت کامیاب رہا
یہ وہ سوال ہے جو تشنۂ جواب رہا

نہ دل میں چین نہ آنکھوں میں میری خواب رہا
ہر ایک لمحۂ شبِ غم کا اک عذاب رہا

وہ لاجواب تھا ہر وقت لاجواب رہا
کسی کا حسن زمانے میں انتخاب رہا

ہیں بےحساب گنہ میرے مانتا ہوں میں
ترا کرم بھی تو دنیا پہ بےحساب رہا

خیال و ذہن میں کچھ باتیں ہیں محفوظ
نہ اب وہ جوش رہا اور نہ وہ شباب رہا

نگاہِ ناز سے کہتا ہے زخم خوردہ دل
شکست کھا کے محبت میں کامیاب رہا

زمانہ تیرے خرابات نے خراب کیا
خراب ہونے کو آیا تھا میں خراب رہا

سلام کرتا ہے عباسؔ اور وہ چپ ہیں
مرا سلام نہ کیوں لائقِ جواب رہا

قاسم جناب سید قاسم رضا صاحب نیپوری

وہ جتنی دیر کہ محفل میں بے نقاب رہا
چھپائے منہ کو خجالت سے آفتاب رہا

کبھی خوشی ہمیں اور گاہ اضطراب رہا
غرض کہ یوہیں زمانے کو انقلاب رہا

جو بزم غیر میں شب کو وہ بے نقاب رہا
غم و الم کا نہ باقی کوئی حساب رہا

کہاں ہیں جیسے گردونکے کامیاب رہا
خزان کی نذر مرا گلشن شباب رہا

فنا کے بعد یہ گریے فیض حاصل تھا
مرے مزار پہ چھایا ہوا سحاب رہا

انھیں جو شام کو دیکھا تھا زلف بکھرائے
تمام رات مرا حال دل خراب رہا

زمانہ ہو گا تہ و بالا دیکھنا قاسم
ترقیوں پہ اگر تیرا اضطراب رہا

کاظم جناب سید محمد کاظم صاحب ابن جناب سید مولانا فواد حسین صاحب مُلّا فاضل زیدپوری

کبھی جہان مین لڑکپن کبھی شباب رہا
مجھے بھی ساتھ زمانے کے انقلاب رہا

حجاب ہی مین مری خاطر آفتاب رہا
جو بے نقاب ہے، نور رُخ نقاب رہا

کھلا تھا دیدۂ دل، بند چشم ظاہر بین
مین جاگ رہا تھا غلط سب سمجھے محو خواب رہا

اُنھی کے ساتھ ہوا حشر و نشر بھی اوس کا
کسی کے عشق مین جو عمر بھر خراب رہا

مین عرض کرچکا پیش داور محشر
اُنھی کے ذمّے ہر اک بات کا جواب رہا

نکل گیا تھا مرے مُنہ سے آپ یوسف ہین
وہ یون ہنسے کہ مجھے مدتون حجاب رہا

دہن پہ مُہر خموشی تھی پھر بھی محشر مین
کوئی سوال نہ باقی کوئی جواب رہا

اگر جنازہ پر آگئے تو کیون یہ فرماتے
کسی کی روح سے محشر تلک حجاب رہا

نئی ہوئی یہ دم باز پُرس محشر مین
وہ مطمئن رہے اور مجکو اضطراب رہا

غضب ہے نزع مین پانی دیا کئے نافہم
مرے قریب کہا ساغر شراب رہا

وہ اپنا جلوہ دکھاتا رہا بہر صورت
نہ آفتاب رہا جب تو ماہتاب رہا

مشاعرہ کی مین تعریف کیا کرون کاظم
ہر ایک طرح سے وہ کامیاب رہا

کامل جناب سید علی حسن صاحب

بی اے ایل ایل بی وکیل زیدپوری

جو کوئی وقف کشش صرف اضطراب رہا
تو کوئی شمع صفت گھل کے آب آب رہا

ہجوم تار نظر سے بھی اک حجاب رہا
عیاں رہا بھی تو ہالے میں ماہتاب رہا

وہاں تو کچھ بھی ملانے سے اجتناب رہا
امید دید میں یاں دل کو اضطراب رہا

جو فکر عالم امکاں کو جستجو کی ہوئی
تو انتخاب ترا حسن لاجواب رہا

بھرا تھا شیشے میں پرجوش بادۂ گلرنگ
ملا کا حسن غضب عالم شباب رہا

شعاع حسن کے پردے میں صورت خورشید
وہ بے نقاب تھا لیکن پس حجاب رہا

نہ دام زلف گرہ گیر سے بچا اپنا
بلا میں پھنس کے دل خانماں خراب رہا

بنایا آئینۂ دل پہ یوں مرقع حسن
کہ ہم تو دیکھ سکے غیر سے حجاب رہا

تڑپ تڑپ کے گزاری کسی نے ہجر کی رات
بصد سکون کوئی شب کو محو خواب رہا

ادھر تو سوز محبت سے شمع جلتی رہی
ادھر تپش سے دل سوختہ کباب رہا

جو انکی باتوں میں ہم محو ہو گئے کامل
تو یاد پھر نہ سوال اور نہ کچھ جواب رہا

منتصر جناب سید منتصر حسین صاحب متعلم اردو فائنل اسکول زیدپور

جو ہم سے پوچھیں نہ جب جلوۂ شباب رہا
نہ آفتاب رہا پھر نہ ماہتاب رہا

اندھیرا دور رہا جب تلک شباب رہا
شباب کیا رہا دن رات آفتاب رہا

اسی کے واسطے ہر طرح ہے بقا و دوام
دیار عشق مین جو عمر بھر خراب رہا

مریض ہجر مسیحا بھی ہم بھی، یہ کہیے
سکون کسکو رہا کسکو اضطراب رہا

وہ روز حشر ہوا باعث سکون و قرار
شب فراق ہمین جتنا پیچ و تاب رہا

چمن مین خاک اڑانے کا یہ نتیجہ ہے
عوض سکون کے صرصر کو اضطراب رہا

ہمارا دامن تر دیکھکر قیامت مین
سرون کے پاس ہی ہر ایک کے آفتاب رہا

سمجھ مین آیا نہ تعبیر دینے والون کے
کچھ اسطرح سے پریشان اپنا خواب رہا

اٹھائے لطف مزے لوٹے دوست دشمن نے
بلا سے انکی کسی کا جو دل کباب رہا

بلا کشان محبت کہان ہین سب یکسان
جو انتخاب تھا وہ جان انتخاب رہا

وہ شان عاشق و معشوق کچھ ہے خاص کہ عام
اگر نہ بیچ مین حائل کوئی حجاب رہا

کتاب عشق کو دیکھا تو ہم نے یون دیکھا
ہمیشہ پیش نظر مطلب کتاب رہا

خزان گواہ ادھر ہے بہار ادھر شاہد
ہمیشہ عالم فانی مین انقلاب رہا

یہ کس کے جلوۂ رخ سے بدل گئی دنیا
وہ اوج ماہ نہ وہ دور آفتاب رہا

جناب سید محمد علی صاحب ابن جناب مولوی سید فیاض حسین صاحب زیدپوری

کمال ضبط پہ یہ جوش اضطراب رہا ۔۔۔ کہ حال کاوش دل از حجاب رہا

کسی کا حسن زمانے میں لاجواب رہا ۔۔۔ کہ جسکو دیکھ کے بیتاب آفتاب رہا

رہِ طلب کی وہ دشواریاں معاذ اللہ ۔۔۔ قدم قدم پہ قیامت کا اضطراب رہا

وہ آج کا ترے کوثر کی چھینٹو ںمیں واعظ ۔۔۔ جو بزم یار میں لذت کشِ شراب رہا

وہی ہیں باتیں جوانی کی وقتِ پیری بھی ۔۔۔ شباب ختم ہوا قصۂ شباب رہا

تصورِ رخِ محبوب کا ہے یہ اعجاز ۔۔۔ تمام شب مری آنکھوں میں آفتاب رہا

جگہ سے اپنے بڑھے بیگناہ ملنے کو ۔۔۔ گناہگار وں پہ وہ لطف بےحساب رہا

وہ بے نقاب تھے لیکن قصور ہمت سے ۔۔۔ قدم قدم پہ مجھے وہم صد حجاب رہا

امیدِ دید ادھر منتظر ادھر وہ نہاں ۔۔۔ خوشا وہ وقت کہ جب حسن بےحجاب رہا

نہ دیکھ میرے گناہوں کو وسعتِ رحمت ۔۔۔ تری نگاہِ کرم پر مرا حساب رہا

تجلیوں کا یہ عالم تھا اُسکی محفل میں ۔۔۔ نظر کے سامنے اک عالم حجاب رہا

میں جسکی دیکھتا تھا راہ آگئے دم نزع ۔۔۔ نہ غم نہ کشمکش روح کا عذاب رہا

تلاش کعبۂ مقصود میں ہے بر سو ں سے ۔۔۔ طواف کیلئے گردش میں آفتاب رہا

جو نسل سیدِ شبان خلد میں ہے وحید ۔۔۔ شباب اُسی کا زمانہ میں لاجواب رہا

کسی کے حسن کی اک دن ہے نہیں رہا ۔۔۔ یہ ہیں کچھ اور اگر دور انقلاب رہا

وفات جناب سید شبیر حسین صاحب ابن جناب سید عابد حسین صاحب رئیس سٹراسٹلا زیدپوری

نشیلی آنکھوں میں کچھ اسطرح حجاب رہا
یہی میں سمجھا کہ شب تھی خمار خواب رہا

جھکا سامنے سر اُسکے خود شباب رہا
جو کمسنی سے جوانوں میں انتخاب رہا

کچھ اور دلکش وصل التہاب رہا
تمام رات جو پہلو میں آفتاب رہا

نظارہ سوز تھا خود حسن صورت خورشید
وہ صرف کہنے کو محفل میں بے نقاب رہا

قفس میں کیا کہوں گذری ہے فصل گل کیونکر
کہ سر پٹکتا رہا اور سینہ تاب رہا

کوئی مرے کہے انکو کیا غرض اس سے
جو کہہ چکے تھے زبان سے وہی جواب رہا

بہار گلشن دیدار لوٹتے رہے غیر
وہ ہم تھے جن سے ہمیشہ انھیں حجاب رہا

کبھی لہو کبھی آنسو بنا دل مضطر
غرض کہ پہلو میں ہر دم اک انقلاب رہا

نسیم کس گل تازہ سے مل کے آج آئی
عرق عرق جو فرط حیا گلاب رہا

نہ اسکے منہ سے وفا نکلا وصل کا وعدہ
دعا کا خیمہ صد افسوس بے طناب رہا

ہاشم جناب مولوی حکیم محمد سید ہاشم صاحب ابن جناب حکیم مولوی امداد حسین صاحب مرحوم نیدیوی

برنگ نشۂ دم واپسین کا خواب رہا
مری نظر میں وہ مست مے شباب رہا

حرم میں دیر میں مشغل شراب ناب رہا
جہاں رہا مرا توبہ شکن خطاب رہا

بنا کے نقش جمال آفریں ہی محو جمال
قلم رکا ہے ترا حسن لاجواب رہا

شہید ناز جو ہاتھوں پہ لیکے سر آیا
تمام عرصۂ محشر میں اضطراب رہا

وہ حسن جس نے قیامت اٹھا دی پردے سے
ترا غضب ہے جو محشر میں بے حجاب رہا

کریگا طالع شوم آشیان کسطرح تباہ
قفس میں شاد جو بے خانمان خراب رہا

پلٹ پلٹ کے رکا چشم انتظار میں دم
ٹھہر ٹھہر کے لب بام آفتاب رہا

ادھر گناہ بڑھے اسطرف بڑھی رحمت
نہ کچھ شمار رہا اور نہ کچھ حساب رہا

اخیر وقت میں ہاشم پیام یار آیا
زبان بند ہے اب حشر پہ جواب رہا

یونس: جناب مولوی سید یونس حسین صاحب بیدپوری

کوئی بتائے مین کیا تارکِ ثواب رہا
نہ آج ہے نہ کبھی مے سے اجتناب رہا

امید بھی ہے عجب شئے مین دل سے کہتا ہون
نگاہِ لطف بھی ہوگی اگر عتاب رہا

خط اسکے پاس تھا یا دل مرا لئے ہوئے تھا
تمام راہ مین قاصد کو اضطراب رہا

فنا ہوا سبق ہستی فنا دے کر
محیطِ دہر مین صورتِ حباب رہا

شراب کا ہے یہ اعجاز رندو نکا نصیب
ہمیشہ اُنکے لئے موسم شباب رہا

موازنہ کیا مستانِ ہوشیار نے جب
سرور مے سے بڑھا نشۂ شباب رہا

مرے تڑپنے پہ دنیا نے کروٹین بدلین
وہ مست ناز بدستور محو خواب رہا

حضور داورِ محشر دمِ حساب و کتاب
کوئی پسینہ پسینہ مین آب آب رہا

محیطِ دہر مین راحت نہ پائی اے یونس
بجائے خود صفتِ موج پیچ و تاب رہا

طالب غزل حکیم سید علی محمد صاحب رئیس و بانی مشاعرہ

اسی اٹھان پہ گر عالمِ شباب رہا
تو تیرے ہاتھ زمانہ کا انقلاب رہا

تمام بزم میں میری طرف خطاب رہا
یہ انتخاب بھی ہوا ایک انتخاب رہا

کسی پہ لطف کوئی موردِ عتاب رہا
تری نظر پہ زمانہ کا انقلاب رہا

سمجھ کے یہ کہ نہیں تیری رحمتوں کا شمار
مرے گناہوں کا یارب نہ کچھ حساب رہا

شبِ فراق میں دل نے بھی ساتھ چھوڑ دیا
کوئی نہ پاس مرے وقتِ اضطراب رہا

یہ کون آگیا بالیں پہ میرے وقتِ سوال
کہ پوچھنے میں نکیرین کو حجاب رہا

کھلی کب آنکھ کہ پیری کی صبح ہونے لگی
میں محوِ خواب تھا جس وقت تک شباب رہا

نگاہ اٹھ گئی جس وقت میرے ساقی کی
ہوا اک اشارہ میں گردش میں آفتاب رہا

خموش کاتبِ اعمال سادی فردِ گناہ
محاسبہ جو ہوا کچھ عجب حساب رہا

نظر جو آئینہ میں آئی اپنی رعنائی
نگاہ پھیر لی ظالم کو خود حجاب رہا

رہے یہ طالبِ دیدار منتظر کب تک
اٹھا دو پردۂ غیبت بہت حجاب رہا

دورِ ثانی

اعتقادِ غزل جناب سید محمد اعتقاد حسین صاحب ابن سید محمد شاد صاحب وکیل زیدپوری

مرے دل میں ہے تصویر اُس جمالِ رخِ پری کی
دکھا کر جس نے اک جلوہ نگہ عالم کی ششدر کی

چمن کیسا قفس میں گھٹ کے مرجانا رہا باقی
غرض ہی بازوؤں کی اب نہ کچھ پروا ہے شہپر کی

تمہاری بات سچی ہے یہ ضد کیسی قسم کیسی
چلو بس ختم ہے تم نے کہی اور میں نے باور کی

بتوں سے عشق کی ٹھہرکے یارب حشر کیا ہوگا
یہاں لاکھوں تمنائیں ادھر تصویر پتھر کی

خدا کرتا کہ تم موتی سمجھتے اور اٹھا لیتے
دلِ غلطانِ عاشق کو شکن میں ہے جو بستر کی

پلک جھپکی نہ تھی اور دل کا قصہ ہو گیا فیصل
جگر کا فیصلہ بھی تھا جو مڑتی نوک نشتر کی

امامِ منتظر کا آج یہ روزِ ولادت ہے
خوشی عالم میں ہے تکمیل سے دینِ پیمبر کی

بقا اسلام نے پائی ملی ایمان کو رونق
ہمیشہ کے لئے وارث ملا مسند کو حیدر کی

قدم سے انکے رونق ہوگی بیت اللہ کو حاصل
اگر سچ پوچھو قسمت جاگ اٹھی اس کے گھر کی

تصور جب امامِ عصر کی غیبت کا آتا ہے
نظر میں میری آجاتی ہیں لہریں بحرِ اخضر کی

ہوا اعتقاد بیڑا پار آیا ناخدا ساقی
مرے سینہ سے ٹکراتی ہیں موجیں حوضِ کوثر کی

احمد — غزل جناب سید احمد حسین صاحب ابن جناب سید محمد شاہ صاحب وکیل بدیوری

خجل ہے آسمان رشتہ ہی وہ محبوب کے در کی
جنان کو جائیگی اپنی یہیں ہی کوئے دلبر کی

مری مظلومی انکا ظلم عدل ہا دکھاتا تھا
ضرورت ورنہ کیا تھی داور محشر کو محشر کی

نہ پوچھ اے ہما سے جب قدم اٹھتا نہیں میرا
ٹھہر جا سجدے کر یہ سرزمین ہی کوئے دلبر کی

فیض صحبت اہل مجاز اہل عرفان ہو
حقیقت بین شکایت میں نہیں کرتا مقدر کی

اگر پہلے تو رفتہ رفتہ دل بہلے گا جنت میں
ہوا کھائی ہے ہم نے اور برسوں کوئے دلبر کی

سحر ہوتے ہی یہ چرچا ہی زندہ ہی مریض غم
نکلتا یہ نہیں منہ سے کسی کے صبح کیونکر کی

جھکاتے ہیں وہ سر تیغ ان کے عشق میں منظر
ادھر ان کی ادھر مجھ پہ نظر ہے اہل محشر کی

عطا کی خشت خم اسنے ۔ زمین میکدہ بخشی
ضرورت ہم کو تکنے کی نہ حاجت ہم کو بستر کی

خدائی بھر نے دیکھا ہے مگر یوسف کے آگے ہی
بڑھی اور کسقدر رونق بڑھی بازار محشر کی

وفا والوں کے وہ بھی دشمن انکے سا گردوں بھی
محبت کا صلہ یہ ہی یہ گردش ہے مقدر کی

نظر کہتے ہیں اسکو اسنے احمد اسطرح دیکھا
یہی ہر اک سمجھتا ہے نگاہ لطف مجھ پر کی

اکمل غزل جناب سید متوسط حسین صاحب اکمل زیدپوری

قدم لیں اُسکے کچھ پروا نہیں جسکو تن و سر کی — رہا ہاتھ اُسکے میدانِ عشق کی اُسنے مہم سر کی

مجھی کو کیوں نہ دیکھیں چشمِ عبرت سے نظر والے — جو تصویرِ مجسم دیکھنا ہے ہجرِ دلبر کی

اگر پوچھیں دلِ عاشق سے پوچھیں پوچھنے والے — شبِ فرقت بسر کی کسطرح اور صبح کیونکر کی

نظر اہلِ نظر کی ہے نگاہِ مستِ ساقی پر — ضرورت کیا ہے پھر شیشے کی حاجت کیا ہے ساغر کی

تجھے اے کوہکن حاجت کسی شاہد کی اب کیا ہے — لکیریں بھی مٹائے سے کہیں مٹتی ہیں پتھر کی

یہاں جس حسن کے کام آئیں زمانہ اُنسے واقف ہے — قیامت میں بنے کام آئیں جوہر جسکے محشر کی

کسی کے خالِ رخ پر کیوں نہ پھر ایمان لائیں — اسی اک نقطہ میں ہے معنویت چار دفتر کی

سمجھنے والے سمجھیں تو حدیں محو و ذکر بھی کی — نیازِ عاشقِ جانباز کی اور نازِ دلبر کی

جوانی کا ملٹنا یاں گواہِ عشقِ صادق ہے — اگر واں بے زبان شاہد تھا عصمت پیمبر کی

حقیقت تب کھلے گی پاسبانوں پر ابھی کیا ہے — خبر جب لیگا دیوانہ کبھی دیوار کی در کی

دیت کوئی ہے خود خونبہا خود ہو جو کوئی رہو — شہیدِ ناز سر دیکر جزا چاہیگا پھر سر کی

خوشی کیا کیا نہ تھی قتلِ شہیدِ عشق کے پہلے — لہو اب کیوں رلاتی ہے صدا اللہ اکبر کی

در دلدار پر پہونچینگے اور پہونچینگے اے اکمل
کبھی تو کام آ جائیگی گردش مقدر کی

جنون جناب سید سجاد صاحب

ہوا کھانے گیا ہے کوچۂ گیسوئے دلبر کی
ٹہلتا ہے مرا دل چھاؤں میں زلف معنبر کی

قیامت ڈھائینگی پہونچینگی جب منزل پہ محشر کی
ادائیں بڑھتی جاتی ہیں نگاہ ناز پرور کی

وہ سوتے سے جو اٹھے کروٹیں پہلو نازکے نکلے
ادا کی راہ کا جادہ شکن ہے انکے بستر کی

کسیکو کیا خبر میری رگ دل میں ہے کیا لذت
کھٹکتی ہی نہیں ٹوٹی ہوئی ہے نوک نشتر کی

نوشتہ میری قسمت کا ادھر لا مہربان قاتل
میں لا کے صفحۂ دل پر کرونگا نقل محضر کی

ہوے دو دو جگر کا پیچ و خم اہل نظر دیکھیں
کھنچی تصویر کیسی گیسوئے جاناں کے گھونگھر کی

شگفتہ ہو کے رستے میں کھلینگے دل جو آئینگے
انھیں پھولوں سے زینت دیکھنا دامان محشر کی

تماشہ دیکھنے والو کہ ہو جائینگے دل ٹکڑے
سمجھ لیں میرے خوں کی دھار کو بھی تار خنجر کی

مری میت کے اوپر اسکے پریشان دیکھکر بولے
پڑی ہیں ہڈیاں رستے میں اسکے جسم لاغر کی

لب جو زلف بکھرا کر جو ٹھہرا ہے وہ خوش قامت
لچک جاتی ہیں شرم سے شاخیں صنوبر کی

ستارہ میری قسمت کا ہے میرے ساتھ خود رفتہ
تجھے کب ہے خبر گھر کی نہ اسکو اپنے محور کی

تجلی سے جو برق حسن کی غش آگیا مجھکو
عبث ہی منہ پہ چھڑکا تھا نہ سمجھو آب پیمبر کی

ترے عاشق کا سوز دل عیاں ہے لوح تربت پر
پگھل کر بہہ گیا ہے موم کیا حالت ہے پتھر کی

مرے نامہ بر کی بھی آئی فصل بہاری بھی
نسیم کوئے جاناں سے کھلیں کلیاں کبوتر کی

جنون اک اہل دل کے قول کو ہیں دست تھوکا تو
نصیب دشمناں کیوں ہو بلا میرے مقدر کی

حاکم جناب مولوی سید حاکم صاحب

ہوا بدلی کہ آمد ہے بہارِ حسنِ دلبر کی / چمن مین دیکھیے ہوتی ہے صورت کیا گلِ تر کی
قیامت کا یہ وعدہ کون مانے حضرت ناصح / کرون تو یہ منگا دو مجھے تسنیم و کوثر کی
کرو تم قتل مجھکو شوق سے لیکن ذرا جبکہ / نہ آنچ آئے کہین میرے دلِ سوزان کے اخگر کی
ضرور اس حسن کے ہین نازنینانِ فلک قائل / تمھاری سمت کیون آنکھین لگی ہین ماہ و اختر کی
تصور ایک رشکِ مہر کا دل کو جلاتا ہے / شبِ ہجران مین سوزش دیکھتا ہون روزِ محشر کی
بہت بیتاب ہون ساقی ذرا تسکین ہو جائے / نہ دے مجھکو پلا لیکن جھلک دکھلا دے ساغر کی
اُسے کیا خوش ہے کوئی کہ اس کو دشمن نا خوش ہو / جفاکیش آسمان کو توڑتی ہے اپنے تیور کی
غزل اب دوسری لکھو سنا دو مطلعِ تازہ / یہان حاکم ہو جس مین مطلعِ خورشیدِ خاور کی
شفق پھولی ہے یا دکھلا رہی ہے صبح محشر کی / شبِ فرقت مین خون باری ہمارے دیدۂ تر کی
دلِ عاشق مین سوزش کا اثر بھی ہے خلش بھی ہے / نگہ اس شوخ کی بجلی ہے یا ہے نوک نشتر کی
بھلا طاقت کہان اے دل جو دیکھین اسکی طرف دیکھون / جھپکتی ہے نظر جس ماہ سے خورشیدِ انور کی
خفا کیون یار ہو بھلا اس بیخطا نے کیا برائی کی / کسی کا کیا گلہ خوبی ہے سب اپنے مقدر کی
بوقتِ نالہ اپنا ہم نوا کرتے کو زندان مین / ہلا دیتی ہے زنجیرون کو جنبش قلبِ مضطر کی
قیامت مین نہ کیون خود اپنا خون بخشوائین گا حاکم / سمجھتا ہون کہ شرمیلی طبیعت ہے ستمگر کی
عبث بیڑی پہنائی حاکمِ زندان نے حاکم کو / بہار آتے ہی ضائع ہوگی یہ محنت ستمگر کی

حمید یعنی جناب حکیم سید حمید نواب صاحب ابن جناب حکیم اوستادی المعظم سید محمد نواب صاحب مرحوم لکھنوی

ملا سنگ درِ جانان یہی معراج ہے سر کی
کرینگے آزمائش آج پھر اپنے مقدر کی

اب اس سے بڑھکے ہو سکتی ہے کیا خوبی مقدر کی
قسم جھوٹی سہی لیکن وہ کھاتے ہیں مرے سر کی

سرِ محفل نقاب اُس شوخ نے رخ سے جہاں سرکی
ذرا پھر دیکھنا بیتابیاں ہر قلبِ مضطر کی

یہی احسان کیا کم ہے کہ وہ بھولے نہیں مجھکو
پسند آئے نہ کیوں ویسے جفا مجھکو ستمگر کی

شکستِ رنگ سے رخکے مری کچھ اور حالت ہے
نظر بدلی نظر آتی ہے جیسے بندہ پرور کی

نقاب اُلٹے ہوئے کیوں بام پر آئے خدا رکھے
تمہارے سامنے ضو گھٹ گئی خورشید خاور کی

اُٹھایا ہے عجب طوفان کسکے آب خنجر نے
لہو میں ڈوبتی ہے ناؤ میرے قلبِ مضطر کی

نہ کیونکر چشمِ بسمل میں ہو قاتل خیرگی پیدا
کھبی جاتی ہے آنکھوں میں چمک تیغِ دوپیکر کی

ترے دیوانۂ الفت کو دنیا بھر ستائیگی
یہی باقی رہی کچھ دن اگر شوریدگی سر کی

اُٹھیگا نوح کا طوفان دنیا ڈوب جائیگی
اگر بارش ہوئی میرے سحابِ دیدۂ تر کی

یہی احسان کیا کم ہے کہ پڑھنے فاتحہ آئے
ضرورت قبر پہ کس کو نہ پھولوں کی نہ چادر کی

انھیں دو مشغلوں میں عمر ہوتی ہے بسر اپنی
تمنائے ستم ہے یاد ہر گاہے ستمگر کی

جہاں پر بانکے ہاتھوں ذلتیں لاکھوں اُٹھائی ہیں
وہیں پھر کھینچ لائی ہے کشش آخر اُسی در کی

کبھی بھی مہرباں پایا نہ اپنے حال پر اُسکو
نہ ٹلنا تھی نہ ظلمت مٹ سکی اپنے مقدر کی

نہ کیوں وحشت بڑھے سودا سمائے سر میں اُلفت کا
جنوں انگیز ہیں دلکش ہوائیں کوئے دلبر کی

اُسی در پہ پہونچ کر دردِ دل جائیگا اے حمید
مریضوں کے لئے خاکِ شفا مٹی ہے جس در کی

رضا جناب سید ہاشم صاحب ابن جناب سید آغا علیصاحب [illegible] زیدی

وہ چمکی دیکھنا بجلی نگاہِ فتنہ پرور کی
گھٹا چھائی ہے یا بکھری ہوئی ہے زلف دلبر کی

نظر مجھپر بھی پڑ جائے الٰہی میرے دلبر کی
نکل جائے کبھی اے کاش حسرت قلب مضطر کی

ضرورت تیغ ہی کی ہے نہ حاجت اسکو خنجر کی
بنا دیتی ہے بسمل اک نظر میرے ستمگر کی

بھلا چھپ سکتی ہے خوشبو کہین زلف معنبر کی
وہ گذرے جس طرف سے رہگذر ساری معطر کی

لب ساحل ہوا جسدم گذر اس ماہِ کامل کا
ہوا اک جزر و مد پیدا اٹھین موجین سمندر کی

لنڈھا دے خم پہ خم ہو جس میخانے کی اے ساقی
مرے دلکو ہوس ہے آج پھر ساغر پہ ساغر کی

مین جسپر جان دیتا ہون وہ [illegible] پھرتا
کرون کس سے شکایت اپنے برگشتہ مقدر کی

یقین دلکو تھا دیدار ہوگا اب قیامت مین
جو وقت نزع بھی آیا عنایت ہی ستمگر کی

شب غم ایک ساعت بھی مرے آنسو نہین تھمتے
جھڑی ساون کی ہے بارش نہین یہ دیدۂ تر کی

کوئی تڑپا کرے لیکن اثر ان پر نہین ہوتا
حسینون کے دلون مین خاصیت گویا ہے پتھر کی

سنبھلے آگئے ہین دل تھامے رضا وہ میری بالین پر
نہ جانا نزع کے عالم مین [illegible] کی

شاد جناب سید محمد شاد صاحب کمیل نیدلپوری

جہاں کیا کارفرمائی نگاہِ ناز پرور کی
قیامت کیا ہے اک عشوہ نمائی انکی ٹھوکر کی

مجھے مشکل میں آسانی ہے آسانی میں مشکل ہے
زمانے سے جدا ہیں گردشیں میرے مقدر کی

پسینہ آگیا ماتھے پہ دامن تھامنے والے
جھکی جاتی ہیں آنکھیں شرم سے خورشید محشر کی

وہ بالیں پر نہ تھے دم کھنچتے کھنچتے کھنچ گیا آخر
انھیں دو ہچکیوں میں داستاں بھی زندگی بھر کی

دمِ گلگشت چہرے پر بکھرنا زلف شبگوں کا
گلوں کا رنگ رخ بدلا چمن سے چاندنی سر کی

وہ اک محشر اٹھاتے آتے ہیں گورِ غریباں میں
پہونچ جائینگی جھنجھک ٹھوکریں میرے مقدر کی

ادا سے چشم و ابرو آزمائی آئینہ رکھکر
کبھی کھوئے کبھی قاتل نے دیکھی باڑھ خنجر کی

سر اٹھانے عرش اٹھا ہے یہ بیان دل اونکا
جہاں جاتے ہیں سب جلوہ گاہیں ہیں برابر کی

شکن ابرو پہ آتی ہے تو بچھ جاتی ہے مشکل سے
نہ جائیگی نہ جائیگی کبھی تیغ دوپیکر کی

جدا وہ چاہتے ہیں حشر اپنے داد خواہوں کا
بڑھائی جا رہی ہیں سختیاں دامانِ محشر کی

عنبر جناب منشی امیر پرشاد صاحب بدیپوری

نقاب الٹ جب اوس شوخ کے رخسار سے سرکی — گھٹا گھنگھور سے بدلی ہوئی مہرِ منور کی
تجلی روزِ روشن ہے ترے روئے منور کی — سیاہی ہے سوادِ شب تری زلفِ معنبر کی
بلائے شب مرے سر سے نہ تا وقتِ سحر سرکی — خیالِ زلف تھا یا یاد تھی مارِ فسونگر کی
چھوڑایا جس نے دامانِ تسلی میرے ہاتھوں سے — خدا جلدی خبر لے اُس عدوِ کینہ پرور کی
جمالِ یار کے عشاق یوں مشتاق رہتے ہیں — کہ جیسے چاہ ہر ذرہ کو ہو خورشیدِ انور کی
تجلی رخِ خورشید سے ہے ماہ کو رونق — تنِ پر نور سے تیرے ہوئی زینت ہے زیور کی
خیالِ نوکِ مژگانِ صنم کافی ہے اس دل کو — ضرورت کیا جنوں فصاد کی ہے اور نشتر کی
ہوا اچھا نہ کی دشمن نے کوئی بات نازیبا — وگرنہ دوستو نوبت پہونچتی تیغ و خنجر کی
میں اپنا نامہ لیکر آپ ہی ملتا پری‌وش سے — اگر کچھ مجھ میں طاقت ہوتی پروازِ کبوتر کی
کہاں تک سختیاں جھیلیں ترے غم میں بتِ بیدرد — نہ کھولیں کیوں زبان عاشق نہیں ہیں یہ تو پتھر کی
حصولِ مدعا یوں کہ پالا پڑ گیا جس کا — بساطِ دہر کی سمتیں ہیں یا بازی ہے چوسر کی
تنِ انسان پہ جامہ کی ضرور آجاتی ہے زینت — ملمع سے ہوا کرتی ہے رونق جیسے زیور کی
کوئی جلا کر ہوا ہے خاک کوئی نیم بسمل ہے — نگہ اس شوخ کی بجلی ہے یا ہے نوک نشتر کی
تصور عکس بنکر اسکا نقشہ کھینچ لیتا ہے — نہیں ملتی سما جاتی کوئی تصویر پتھر کی
تری درگاہ میں باحالِ خستہ ہے پڑا کب سے — دعا مقبول ہو اے قبلہ حاجات عنبر کی

جناب ڈاکٹر منشی عبدالحی صاحب شفاخانہ زیدپور

بشر تعریف کیونکر کر سکے اُس ذات برتر کی
رہی قاصر زبان حمد و ثنا میں جس پیمبرؐ کی

قیامت کا کرے کیا خوف اُمت اس پیمبرؐ کی
کہ جسکے ہاتھ میں ہوئے شفاعت روز محشر کی

جب آنکھیں بند کرلیں دلمیں وہ جلوہ نظر آیا
حقیقت کھل گئی اک دم میں ساری عرض و جوہر کی

علی کا مرتبہ پوچھو خدا سے یا پیمبرؐ سے
کہ یا تو جوہری یا شاہ جانے قدر گوہر کی

جسے شک ہو وہ کافر ہے کہ ارشاد پیمبرؐ ہے
دو عالم کی عبادت سے ہے افضل ضرب حیدرؑ کی

بھرے پھر دن رات کیونکر دم نہ عبدالحی پھر اُسکا
کہ ہے تار نفس پر زندگی جس نے مقرر کی

عباس جناب حکیم علی عباس صاحب ابن میر آغا حسن صاحب بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ

روانی تم نے دیکھی ہی نہیں ہے دیدۂ تر کی
اگر دیکھو تو لہریں یاد آجائیں سمندر کی

شکن اوٹھا اوٹھا کے کہتی ہے مرے تار بستر کی
ہے تیزی نبض میں نشتر کی روانی نبض میں خنجر کی

کسی وحشی کے خون نے اسقدر گلکاریاں کی ہیں
کہ اب بدلی ہوئی صورت ہے ہر دیوار و در کی

مرا دل کانپ اُٹھا اور انکے ہاتھوں میں پڑا رعشہ
ہوئی قدموں میں لغزش مے چھلک جائے نہ ساغر کی

رہا ہوں تپتے صحراؤں میں آفت بھی سہ لونگا
یہ تیزی اور یہ گرمی آفتاب صبح محشر کی

اسی ہچکی میں میری زندگی کا اک فسانہ ہے
ذرا سن لو سنا دوں میں کہانی زندگی بھر کی

کسی کے دل سے ٹکرا کے اپنے افسوں سینے سے نکلے
مرے دامن میں لکھی ہے کہانی زندگی بھر کی

مگر عباس اسکی آستان بوسی سے کیا حاصل
لکیریں مٹ نہیں سکتی ہیں انسان کے مقدر کی

قاسم غزل جناب سید قاسم رضا صاحب زیدپوری

مسیحا دیکھ لے حالت ذرا بیمارِ مضطر کی
کہ بےچینی سے مشکل شام کرنا ہے سحر کی

نظر آئیگی طلعت آفتابِ روزِ محشر کی
قیامت ہوئیگی برپا نقاب رخ اگر سرکی

بجائے خون رگ رگ میں بھری ہے آتشِ سودا
کھُلے کیا فصد پگھلی جاتی ہے جب نوک نشتر کی

دلِ نازک ہے مائل سنگدل پر دیکھئے کیا ہو
کہ ابتو دوستی قائم ہوئی شیشے سے پتھر کی

سحر دشوار ہے ہونا کہ نبضیں ڈوبی جاتی ہیں
بگڑتی جاتی ہے حالت ہماری قلبِ مضطر کی

قسم کھائی ہے جوشِ گریہ نے غرقاب ہو دنیا
کہ بربادی عالم اب ہے نیت دیدۂ تر کی

کشیدہ اِسطرف شمشیر اُدھر دل اسکے ابرو پر
بچے قاسم کا دل کیونکر جو چوٹیں ہیں برابر کی

کامل غزل جناب سید علی حسن صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل زیدپوری

جلایا خون جگر کا چھیڑ دی رگ قلب مضطر کی
نگاہ اس شوخ کی بجلی ہے یا ہے نوک نشتر کی

ہلال ابرو پہ ہے اور ترچھی نظر ہے اس ستمگر کی
مرے مجبور دل پر مشق ہے اب تیر و خنجر کی

کوئی دامن سمیٹے منہ پھرائے ذبح کرتا ہے
الٰہی خیر کرنا دھار پھر جائے نہ خنجر کی

ادھر ہے بے نیازی اس طرف طوفان بیتابی
تلاطم میں پڑی ہے آہ کشتی قلب مضطر کی

پڑی ٹھوکر اٹھے مردے پہ دل مٹ گئے لاکھون
خجل ہے اس خرام ناز سے رفتار محشر کی

بنا گرداب حسرت خود سفینہ بحر الفت کا
کہ مایوسی کے ہچکولے تھے اک زنجیر لنگر کی

شب فرقت نہایت بیکلی سے جان نکلی ہے
اداسی کہہ رہی ہے یہ شکن آلودہ بستر کی

ذرا مس ہو تو جائے باڑھ تیری قلب سوزاں سے
دھواں بنکر اڑیگی آب قاتل تیرے خنجر کی

تمھیں آہوں سے نفرت اور شکوہ کی شکایت ہے
نکالوں کونسی صورت سکون قلب مضطر کی

وہی کچھ پیش آیا جو کہ پیشانی پہ لکھا تھا
زمانہ کا نہیں شکوہ شکایت ہے مقدر کی

بقا کامل فنا میں ہے یہ سمجھے بھی تو کیا سمجھے
نہ ابتک زندگی کی قدر سمجھے خاک پتھر کی

منتصر غزل جناب سید منتصر حسین صاحب زیدپوری

حقیقت سیم و زر کی اصل کیا ہے لعل و گوہر کی
اگر ہے قدر کے قابل نظر ہے اہل جوہر کی

کسی نے کیمیا سے شکل مشکل ہی کدو کاوش
شکایت سہل ہے بھی سہل ہے اپنے مقدر کی

چلے تھے زور دے کے پھر اہو نکلے تو کیا نکلے
خطا فصاد کی تقصیر اسمیں کیا ہے نشتر کی

عدیل اپنا مثیل اپنا کسی سے دیکھا جاتا ہے
نہ آنا تھا نہ آیا یہ سمجھ میں پھر سکندر کی

بتا سکتا نہیں واعظ یہ کل کیا ہونے والا ہے
قیامت ہے قیامت یہ خبر دیتا ہے محشر کی

کبھی وہ منزل مقصود تک پہنچا نہ پہونچیگا
ضرورت عشق کی منزل میں جسکو ہوگی رہبر کی

میں کیوں کھنچتا ہوں اسکی سمت وہ کیوں میری سمت آخر
مری طینت میں گرمی نہیں ہے کوئی دلبر کی

ملا لیتے ہیں نقشے تیرے سنگ در کے ہم کیا ہیں
کہاں پہونچا کہاں سے واہ ری تقدیر پتھر کی

سمجھنے کی ہے بات اے منتصر اتنا سمجھ لینا
نہیں اسرار سے خالی خموشی اہل جوہر کی

غزل جناب سید محمد علی صاحب ابن جناب مولوی سید فرزاد حسین صاحب زیدپوری

خدا شاہد نہیں کافی شہادت دیدۂ تر کی
وہ کیا جانیں جو حالت ہے ہمارے قلب مضطر کی

کسی کی یاد تیر باقی ہے یوں رہ رہ کے فرقت میں
کھٹکتی ہے دل زخمی میں جیسے نوک نشتر کی

مرا قصہ چکا دے چین آ جائے مجھے قاتل
مری رگ رگ پکار اٹھے بلا لوں تیرے خنجر کی

ہوا یوں منتشر کرنا تجھے خوشبو کا زیبا تھا
بضاعت تو نے کیوں برباد کر ڈالی گل تر کی

ادائیں حسن کی اُن کی الٰہی توبہ ہے توبہ
ہوئی ممکن نہ ابرو سے ہم جو زلف نے سر کی

یہ عالم ہے کہ دن پر رات کا ہوتا ہے دھوکا
دل بیتاب نے دنیا بدل دی میرے منظر کی

لیے جاتے ہیں غرق بحر عصیاں کو سوئے دوزخ
مدد اے رحمت حق لاج رکھ لے دیدۂ تر کی

وفا غزل جناب سید شبیر حسن صاحب ابن جناب سید عابد حسین صاحب رئیس بیرسٹر ایٹ لا

ہوئی ہے سوز فرقت سے یہ حالت جسم لاغر کی
نہ خون سے تر ہوئی قاتل زبان خشک خنجر کی

وہ بھولیں گے کہاں تک اشکباری دیدۂ تر کی
رہیگی بعد میرے بھی زمین تر کوئے دلبر کی

نقاب روئے روشن جو شب تاریک مین کی
فلک نے رات بھر تارونکی اُس پہ نچھاور کی

علاج درد دل کرنے گئے تھے دل ہی کھو آئے
وہ اچھے ہین مسیحا کیا دوا کی قلب مضطر کی

شب فرقت مین رویا ہون سرشک غم سے رو رو کے
نہین ہے تر بتر شبنم سے کلیان میرے بستر کی

کمند زلف نے تیر نظر نے تیغ ابرو نے
مرے دل کی ضیافت انکے گھر مین سب نے مل کر کی

جنھون نے انکی ضد دیکھی ہے میرا شوق بھی دیکھین
اُبھر آئی ہے پھر شہ رگ کہ پھیرین دھار خنجر کی

قیامت مین مجھے چپ کر دیا یہ کہکے ظالم نے
اگر کچھ تھی محبت تو شکایت میری کیونکر کی

شکستہ دل کیا نقد وفا کا تھا جو گنجینہ
اُٹھین کیا لُٹ گیا آخر تباہی ہے بھرے گھر کی

یہی جلوہ تو تھا وہ طور جس نے چور کر ڈالا
بھلا کیا تاب دل لائیگا رُخِ انور کی

ہون بیرو دل کا مشغلہ آہ کی ہمراہ ہے ہر دم
نہ شب کو روشنی کی اور نہ دنکو بسر کی

کسی بے رحم کو دل دیکے امید وفا کیسی
ملا دی خاک مین آخر ریاضت زندگی بھر کی

ہاشم غزل جناب حکیم سید محمد ہاشم صاحب ضیا زیدپوری

یہ ماتم ہے کسیکا یا سحر ہے روز محشر کی — گریبان صبح نے پھاڑا صبا نے خاک بسر کی
کفن کے نام سے کچھ دھجیان ہین دامن تر کی — نظر آتی ہے دیوانہ پہ تیرے اہل محشر کی
اڑائی خاک صحرا مین چھنے ویرانہ کے تنکے — نہ جانے یہ جنون ہے یا کہ گردش ہے مقدر کی
قفس بھی دام بھی صیاد بھی شوق اسیری بھی — مگر چھوٹے چمن کیونکر جوانی ہے گل تر کی
مسافر کوے جانان مین جو پہونچا صدا آئی — سنبھل کر پاؤن اب رکھنا کہ منزل ہے یہان سر کی
گرائی طور پہ بجلی جلایا آشیان میرا — خبر اتنی ہوئی مجھکو تجلی تھی برابر کی
سر بازار یوسف بنکے جس پیکر مین تم آئے — اسی قالب مین اکثر روح آئی ہے پیمبر کی
بہت دھوکے تھے راہ عشق مین ہم سر ہلا لاکھون — مگر رفتار مین پہچانتا تھا اپنے رہبر کی

جو کام آئے گرون شغل جنون کے نذر اے ہاشم
یہی اک بوریا ساری بضاعت ہے مرے گھر کی

یونسؔ غزل جناب مولوی سید یونس حسین صاحب زیدپوری

قدم ہون اُنکے ہین اسیر ہو یہ معراج ہی سر کی
قدم رکھکر رہ اُلفت مین کیسی خیریت سر کی
دم آخر ہے بیمار محبت کا جو آجاتے
ترا شکوہ بھی اے گردون کرینگے باخبر رہنا
الاتھا زاہد خشک آج بھی رستین کیا کہنا
فسانہ اپنے غم کا مختصر کرنا پڑا مجھکو
فقط اک سنگ اسود جس نے آنکھین کھولکر دیکھا
وہان پہونچا ہون رفتہ رفتہ رہ عشق مین اپنے

یہ کہکر یہ کبھی کہتا ہون باتین ہین مقدر کی
کہ چلنا سر سے ہے اور بار ڈھہ پر شمشیر و خنجر کی
قیامت تک کا احسان انکا تھا تکلیف دم بھر کی
ابھی فرصت نہین ہمکو شکایت ہے مقدر کی
یہی باتین قیامت کی ہمارے دیدۂ تر کی
سُنا کرتے تھے دیکھی بھی درازی روز محشر کی
وہ کیا جانے حرم مین کتنی تصویرین ہین پتھر کی
جہان صورت نظر آتی ہے سر شکیا نہ بستر کی

کھڑے ہو کر گھڑی بھر درمیان دونونکے اے یونس
قناعت دیکھلی محتاج کی ہمت تونگر کی

طالب غزل جناب حکیم سید علی محمد صاحب بانی مشاعرہ

گنت تارے کبھی شکنیں مٹاتا ہوں اٹھکے بستر کی
شب فرقت بسر اللہ جانے ہوگی کیونکر کی

دھری تیغِ ادا کس قدر سے صبر ہی سر کی
بڑی ہمت شہیداں نے صدا اللہ اکبر کی

فریبِ حسن ہے ظاہر ہیں نرمی اُس گل تر کی
بھری ہے کوٹ کر سختی مگر رگ رگ میں پتھر کی

قیامت تھی کٹیلی آنکھ یونہی اُس ستمگر کی
نظر ترچھی چھپی ہے جیسے دل میں نوک نشتر کی

ذرا بدلی ہوئی چتون جو دیکھی اُس ستمگر کی
شہیداں نے بلائیں لیں بلائیں اٹھکے خنجر کی

مرے بالیں سے کیا کہتے ہوئے یہ چارہ گر اٹھے
دھمک بھی اب نہیں محسوس ہوتی قلب مضطر کی

نظر کے ساتھ جھکیں نظر آنے لگا میخانہ
مگر یہ کیفیت موقوف ہے گردش پہ ساغر کی

یہ دیکھو خوبی قسمت کہ اب حرمان نصیب روتے
قسم کھاتے ہیں ہائے رشک کے میرے مقدر کی

وہ جھبکی آنکھ غش کھا کر گرا اک دیکھنے والا
کہ برق حسن کوندی زلف کی کالی گھٹا سر کی

نہ کیونکر دیکھکر حسنِ بتاں اللہ یاد آئے
کہ آئینہ سے آتی ہے نظر صورت سکندر کی

نہ دم بھر کو عیادت کے لئے جو شرم سے آیا
رولائیگی اُسے پہروں اُداسی میرے بستر کی

شعاعِ حسن سے چھپنے لگا کل عرصہ محشر
نقاب اُٹھی نہ تھی یونہی ابھی تو روئے دلبر کی

مزہ لطفِ خلش کا کوئی میرے قلب سے پوچھے
کہ جیسے سیکڑوں ٹوٹی ہوئی نوکیں ہیں نشتر کی

ہم اس طوفان میں کشتی خدا پر چھوڑے بیٹھے ہیں
کہ ٹوٹی ناخدا کی آس اور زنجیر لنگر کی

سر بالین لحد پردہ مجاور بنکے بیٹھے ہیں
نہ طالب کی ذرا بھی قدر جس نے زندگی بھر کی

ا۔ اردو شاعری ، مجموعہ